

# فتح الباری لابن رجب حنبلی۔ ایک تعارفی جائزہ

\* محمد سعید شیخ

## Abstract:

Sahih al-Bukhari is the most authentic book after the Holy Qur'an. Its importance has been acknowledged by the commentators, traditionists, jurists, philosophers and Muslim researchers. Many scholars have written books on different aspect of Sahih Bukhari including its commentaries and about the life of transmitters etc. The first exegetical work on Bukhari was completed by Imam Kabir Sulaiman al-Khattabi entitled "A'lam al-Hadith". Thereafter, Ibn Battal, Ibn Hubairah, Nawwi, Kirmani, Ibn Kathir, Ibn Rajab, Ibn Hajar Asqalani, Qastalani and Allama 'Aini wrote commentaries on this hadith collection. Among the scholars of Indian subcontinent Allama Anwar Shah Kashmiri wrote Faid al-Bari explaining prophetic traditions included in Sahih Bukhari. This article introduces Hafiz Ibn Rajab and his commentary on Sahih Bukhari titled "Fath al-Bari Fi Shrah Sahih al-Bukhari". Ibn Rajab, a hadith scholar of 8th century Hijrah belonged to Bagdad who was an unparalleled traditionist of his time. He devoted his life for study, teaching and compilation of hadith. Ibn Rajab's commentary on Bukhari is written in lucid manners. It is replete with authentic information. However, Ibn Rajab was unable to complete this work in his life.

قرآن مجید کے بعد صحیح ترین کتاب کا شرف اگر کسی کتاب کو حاصل ہے تو وہ صحیح بخاری ہے، اس کی اہمیت ہر دور کے مفسرین و محدثین کرام، فقہاء عظام، متكلمين اور محققین کے ہاں مسلم رہی ہے۔ علماء کرام نے اپنی زندگیوں کا بیشتر حصہ اس کی خدمت میں صرف کر دیا، کسی نے تراجم بخاری پر قلم اٹھایا تو کسی کے حصے میں اس کی تلخیص و اختصار آیا، بعض محققین نے اگر اس کی تعلیقات پر کام کیا تو بعض نے اس کے رجال پر بحث کی۔ الغرض صحیح بخاری پر کئی جتوں سے کام ہوا، اور سب سے بڑھ کر اس کے شروع و جواثی لکھنے لگئے۔ ہر دور کے ارباب علم و قلم نے بڑے خلوص کے ساتھ حدیث کی خدمت کے جذبے سے ”صحیح بخاری“ کی شروع لکھیں۔

رقم کے نزدیک ”صحیح بخاری“ کی سب سے پہلی شرح امام بیبر سلیمان الخطابی نے ”اعلام الحديث“ لکھی۔ پھر ان کے بعد دیگر شراح مثلاً ابن بطّال، ابن حُمیرۃ، نووی، کرمانی، ابن کثیر، ابن رجب، ابن حجر عسقلانی، قسطلانی اور عینی وغیرہ نے شروع لکھیں، یہاں تک کہ برصغیر کے علماء کرام نے بھی اس شرف عظیم کو حاصل کیا۔ علماء انور شاہ کا شیری کی فیض الباری کو مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔

\* ریسرچ اسٹاف، علماء اکیڈمی کی اوقاف پنجاب۔

ہر شرح دوسری شرح سے اپنی بعض امتیازی خصوصیات کی وجہ سے ممتاز ہوتی ہے۔ آئیے ہم ابن رجب حنبلی کی فتح الباری کے ممیزات کا مختصر تذکرہ کرتے ہیں جس سے آپ کے علمی مقام و مرتبہ کا اندازہ ہو گا، اولًا ابن رجب کے مختصر احوال نقل کرتے ہیں۔

## حیات و خدمات حافظ ابن رجب

نام و نسب

آپ کا نام عبد الرحمن، کنیت ابو الفرج اور لقب زین الدین ہے۔ آپ اسلامی، بغدادی پھر دمشقی کہلاتے ہیں (۱)۔

آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے:  
عبد الرحمن بن احمد بن رجب بن الحسن بن محمد بن مسعود۔ اور آپ ابن رجب کے نام سے مشہور ہیں (۲)۔

پیدائش

آپ کی پیدائش کی بابت تذکرہ نگاروں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اکثر تذکرہ نگار اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کی پیدائش بغداد میں ۳۶۷ھ میں ہوئی (۳)۔

حافظ ابن حجر کی اس بارے میں دو آراء ہیں، انباء الغمر میں وہ ۳۶۷ھ کہتے ہیں (۴) جبکہ آپ الدرر الکامنة میں یوں رقم طراز ہیں:

و ولد ببغداد فی ربيع الاول سنة ۳۶۷ھ (۵)۔

”آپ ربيع الاول ۳۶۷ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے“۔

آپ بچپن ہی میں ۳۶۷ھ میں اپنے والد محترم کے ساتھ بغداد سے دمشق آگئے تھے (۶) اور یہیں پرورش پائی (۷)۔

اساتذہ

آپ کو ابتداء ہی سے تحصیل علم کا شوق تھا۔ آپ نے اپنے وقت کے بہترین اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ دمشق ہی میں محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن الحباز اور ابراہیم بن داؤد العطار سے حدیث کا سامع کیا۔

مصر میں ابوالفتح المیدومی (م: ۵۷۷ھ) اور ابوالحزم القلاوی وغیرہ سے حدیث کا سماع کیا (۸)۔ قاہرہ میں ابن الملوک (م: ۵۷۷ھ) سے کسب فیض کیا (۹) اور آپ نے حصول علم کے لیے مکہ مردم کا بھی سفر کیا (۱۰)۔

### علمی مقام و مرتبہ

آپ نے اپنی زندگی کو حصول علم کے لیے وقف کر دیا، کثرت سماع حدیث اور علم میں ایسی مشغولیت اختیار کی کہ فنون حدیث لیجئی اسماء الرجال، علل، طرق حدیث اور معانی کی اطلاع پر یکتا نے زمانہ ہو گئے (۱۱)۔

حافظ ابن رجب متفقین کے اقوال پر وسیع معلومات رکھتے تھے، اس وسعتِ اطلاع کی وجہ سے آپ کی شرح دیگر شروح سے ممتاز ہو جاتی ہے۔ آپ کو علمی دنیا میں محدث، حافظ، فقیہ، اصولی، مؤرخ جیسے القابات سے یاد کیا جاتا ہے (۱۲)۔

ابن حجی لکھتے ہیں:

”آپ نے فن حدیث میں مہارت حاصل کی، علی حدیث اور تبع طرق کی وجہ سے اپنے ہم عصروں میں سب سے زیادہ مشہور ہو گئے۔ آپ لوگوں سے زیادہ میل جوں رکھتے تھے نہ کسی کے پاس آپ کا آنا جانا تھا“ (۱۳)۔

### تالیفات

آپ نے مختلف موضوعات پر کوئی دو درجن کتب تصنیف کی ہیں۔ بعض گردش ایام کی وجہ سے اب نایید ہو چکی ہیں، بعض طبع ہو کر منصہ شہود پر آچکی ہیں، ذیل میں ان کا مختصر تذکرہ کیا جا رہا ہے:

- ۱۔ شرح جامع الترمذی
- ۲۔ جامع العلوم والحكم۔ یہ ”شرح أربعين“ کے نام سے مشہور ہے اور ایک جلد میں ہے (۱۴)۔
- ۳۔ فضائل الشام۔
- ۴۔ الاستخراج لأحكام الخراج۔
- ۵۔ القواعد الفقهية (۱۵) اس کا نام صاحب مجموع المؤلفین نے تقریر القواعد و تحریر الفوائد فی الفقه لکھا ہے (۱۶)۔
- ۶۔ لطائف المعارف فی المواقف (۱۷) یہ وظائف ایام پر ہے۔

- ٧- طبقات الحنابلة۔
- ٨- استنشاق نسيم الأننس من نفحات رياض القدس (١٩)۔
- ٩- الاقتباس من مشكاة وصية النبي صلی اللہ علیہ وسلم لابن عباس۔
- ١٠- أهوال القبور۔
- ١١- كشف الكربة في وصف حال أهل الغربة۔
- ١٢- رسالة في شرح حديث ”بدأ الإسلام غريباً“
- ١٣- التوحيد۔
- ١٤- رسالة في معنى العلم (٢٠)۔

١٥- فتح الباري في شرح صحيح البخاري، یہ صحیح بخاری کی ناکمل شرح ہے۔ ابھی آپ کتاب الجنائز ہی پر پہنچ تھے کہ زندگی نے وفانے کی (٢١) اور یہ عظیم شرح اپنی تتمیل کو نہ پہنچ سکی، طارق بن عموض اللہ بن محمد کی تحقیق سے (٢٢) کے سائز میں) چھ جلدیوں میں شائع ہو چکی ہے۔ ساتویں جلد میں اس کی فہارس ہیں جن کو ابو محمد عبد الرحمن فودہ نے بڑی محنت اور جانشنازی سے مرتب کیا ہے۔

حافظ ابن حجر (م: ٨٥٢ھ) بھی ابن رجب کی اس شرح سے مطلع تھے، انہوں نے اپنی کتاب ”فتح الباری“ میں دو مقامات پران سے نقل بھی کیا ہے (٢٣)، اس کے باوجود حافظ سخاوی کہتے ہیں کہ ابن حجر اس پر مطلع نہ تھے (٢٤)۔

زہد و تقویٰ:

آپ صاحب عبادت اور بہجگزار تھے (٢٥)۔

### مسک و مشرب

آپ حبلی مکتب فکر (School of Thought) سے تعلق رکھتے تھے۔ مقالات ابن تیمیہ کے خلاف فتویٰ دینے کی بنااء آپ کو انتقام کا نشانہ بنایا گیا، ابن تیمیہ کے پروگرام آپ سے تنفر ہو گئے۔ پھر آپ نے اپنے فتویٰ سے رجوع کر لیا اور آخر عمر میں آپ نے فتویٰ دینا چھوڑ دیا تھا (٢٦)۔

## وفات

تاریخ پیدائش کی طرح ابن رجب کی تاریخ وفات میں بھی اختلاف ہے۔ بالخصوص اس میں بھی حافظ ابن حجر کی دو آراء ہیں۔

صاحب مجمع المؤلفین کے نزدیک آپ کی وفات ۲۷ رمضان المبارک ۷۲۲ھ میں ہوئی۔ اور آپ باب الصغیر کے پاس مدفون ہیں (۲۶)۔

حافظ ابن حجر ”انباء الغمر“ میں رمضان المبارک میں وفات بتلاتے ہیں (۲۷)۔ جبکہ الدرر الكامنة میں رجب ۹۵۷ھ لکھتے ہیں (۲۸)۔ اس قول میں امام شوکانی بھی آپ سے متفق ہیں (۲۹)۔

حافظ ابن رجب کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ایک دن آپ گورکن کے پاس آئے اور زمین کے ایک ٹکڑے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس جگہ پر میری قبر کھود دو۔ گورکن کہتا ہے: میں نے ان کے لیے قبر کھود دی، آپ اس میں اترے، اس کو پسند کیا اور اس میں لیٹے، کہا: اچھی بنائی ہے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کا انتقال ہو گیا اور اس میں ہی مدفون ہوئے (۳۰)۔

## فتح الباری ..... منجع و خصوصیات

### ۱۔ مختصر شرح

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ ایک مختصر شرح ہے۔ حافظ ابن رجب نتوحدیث کے ہر ہر لفظ کی شرح کرتے ہیں اور نہ ہی ہر ہر راوی پر بحث کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ آپ کا اسلوب انتہائی سادہ اور عام فہم ہے۔ مبتدی بھی آپ کی شرح سے بھرپور استفادہ کر سکتا ہے۔ آپ گنجک اور طویل مباحث سے احتساب کرتے ہیں۔ ہاں جہاں ضرورت ہو، وہاں طویل مباحث بھی کرتے ہیں۔

### ۲۔ تاریخی معلومات

حافظ ابن رجب حنبیل بعض مقامات پر قارئین کے لیے بڑی دلچسپ اور مفید تاریخی معلومات بھی مہیا کرتے ہیں۔ مثلاً ”منبر“ کے متعلق لکھتے ہیں:

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مکہ میں منبر نہیں ہوا کرتا تھا“۔

ازرقی نے اپنی کتاب میں اپنے دادا سے عبد الرحمن بن حسن عن أبيه کے طریق سے نقل کیا ہے:

سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں جس شخص نے منبر پر خطبہ دیا وہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان ہیں، آپ اپنے زمانہ خلافت میں حج کے موقع پر شام سے اسے لائے۔ منبر کے تین درجے (Steps) تھے۔ اس سے قبل خلفاء اور گورنر زبانے پاؤں پر کھڑے ہو کر جمعہ کے دن خطبہ دیا کرتے تھے (۳۱)۔

### ۳۔ فقہی شرح

حافظ رحمۃ اللہ علیہ جب کبھی کسی حدیث کی شرح کرتے ہیں تو اختصار کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ مگر جن احادیث سے فقہی مسائل کا انتساب ہوتا ہو وہاں قدر تفصیل سے بحث کرتے ہیں، بالخصوص ایسے مقامات جہاں فقهاء کرام میں اختلاف ہو، وہاں ابن رجب تمام مسالک کے اقوال نقل کرتے ہیں اور اقوال کے ساتھ ان کا طرز استدلال اور دلیل بھی نقل کرتے ہیں۔ آخر میں اپنا موقوف بھی بیان کرتے ہیں۔ چونکہ آپ کا تعلق حنبلی مکتب فکر سے ہے اس لیے اپنے مسلک کو دلائل سے ترجیح دیتے ہیں۔ تیم کے باب میں اس کی تفصیل ملاحظہ کی جاسکتی ہے (۳۲)۔

### ۴۔ لغوی مباحث

ابن رجب حنبلی اپنی شرح میں لغوی مباحث کثرت سے ذکر کرتے ہیں، کسی حدیث میں اگر کوئی غریب لفظ یا ایسا لفظ آ جاتا ہے جس کی وہ لغوی بحث کرنا ضروری سمجھتے ہیں تو وہ اس کی لغوی بحث کرتے ہیں۔ ہم اس کو چند مثالوں سے واضح کرتے ہیں۔

### ن۔ بقیع بطحان

امام بخاریؓ نے کتاب مواقیت الصلوٰۃ میں ایک باب بعنوان ”باب فضل العشاء“ قائم کیا ہے، جس کے تحت آپ دو حدیثیں لائے ہیں۔ دوسری حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت ابو موسیٰ الاشعري رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اور میرے ساتھی ”بقيع بطحان“ میں قیام پذیر تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مدینہ منورہ میں تھے۔ ہم میں سے ایک شخص باری عشاء کی نماز کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا، ایک دن ہم سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ اپنے کسی کام میں مصروف تھے، نصف رات گزر گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی۔ نماز سے فراغت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا:

”خوش ہو جاؤ“ کیونکہ تم پر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ تمہارے سوا اس وقت کوئی آدمی نماز نہیں پڑھ رہا، (۳۳)۔

اس حدیث میں حضرت ابو موسیٰ سے جو الفاظ مروی ہیں وہ اس طرح سے ہیں:

كُنْتُ أَنَا وَأَصْحَابِي الَّذِينَ قَدِمُوا مَعِي فِي السَّفَيْنَةِ نُزُولًا فِي بَقِيعِ بُطْحَانَ (۳۴)

ابن رجب حنبلی ”باقع بطحان“ کی تشریح میں رقم طراز ہیں:

”باقع“ لغت میں اس جگہ کہتے ہیں جس میں مختلف قسم کے درخت ہوں۔

”بطحان“ یہ مدینہ منورہ کی تین مشہور وادیوں میں سے ایک ہے، وہ تین مشہور وادیاں بطحان، عقیق، اور

فقارہ ہیں۔

”بطحان“ کو محدثین باء کے ضمہ اور طا کے سکون کے ساتھ یعنی ”بطحان“ کہتے ہیں۔ بعض اس کو باء کے فتحہ کے ساتھ یعنی ”بطحان“ بھی پڑھتے ہیں۔ اہل لغت کے زدیک یہاں باء کا فتحہ اور طا کا کسر ہے یعنی ”بطحان“ ہے۔ اور اس کے علاوہ کسی اور طریق پر پڑھنا جائز نہیں، اس بات کا ذکر صاحب مجمجم اللبدان نے کیا ہے، (۳۵)۔

ii- خمیس اور جیش

امام بخاریؓ نے اپنی صحیح میں کتاب الأذان میں ایک باب بعنوان ”باب ما يحقن بالاذان من الدماء“ (اذان سن کر رقال و خوزیزی بند کرنا) قائم کیا ہے۔ اس باب کے تحت ایک حدیث ذکر کی ہے جس میں اہل اسلام کی اہل خیر پر لشکر کشی کا ذکر ہے۔ خیر والوں نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے لشکر کو دیکھا تو کہنے لگے:

مُحَمَّدٌ وَاللَّهُ مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ (۳۶)۔

ابن رجب حنبلی لکھتے ہیں:

((مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ )) میں دو روایتیں ہیں۔ ایک تو یہی ہے اور دوسری ((محمد والجیش )) کی ہے۔ دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔

جیش (لشکر) کو نیس اس لیے کہتے ہیں کہ یہ (درج ذیل) پانچ حصوں پر مشتمل ہوتا ہے:

i- مقدمہ (لشکر کا اگلا دستہ)

ii- ساقہ (لشکر کا سب سے پچھے رہنے والا دستہ)

iii- میمنہ (دائیں جانب والا دستہ)

iv۔ میسرة (بائیں جانب والا دستہ)

v۔ قلب (لشکر کے درمیان والا دستہ) (۳۷)

۵۔ مأخذ کاذک

حافظ علیہ الرحمۃ جس زمانے میں ”صحیح بخاری“ کی یہ شرح تالیف فرمائے تھے، اس زمانے میں اس طرح حوالہ دینے کا طریق نہ تھا جو آج کے زمانے میں ہے جسے جدید منہج احتیفیت (New Research Methodology) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ البتہ اس زمانے میں جب کوئی مصنف اپنے ہم عصر وہ یا معتقد میں کی کتب سے اقتباس نقل کرتا تو کہتا کہ قال فلان فی کتابہ ..... یا صرف قال فلان کہتا۔ علمی دیانت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ مصنف اپنے آخذ و مراجع کا ذکر کرے۔

ابن رجب حنبلؓ جب کبھی اپنے کسی پیش رو محقق کا قول یا کسی کتاب سے اقتباس نقل کرتے ہیں تو اس کا ذکر یا اس کا حوالہ ضرور دیتے ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ آپ نے اس بات کا اہتمام کیا ہے۔

اگر صرف ابن رجب کے آخذ و مراجع پر تحقیق کی جائے تو ایک طویل کتابیات (Index) تیار ہو جائے گی، جس سے معتقد میں کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب کا پتہ چلے گا اور بعض ایسی نادر کتب کے بارے میں بھی معلومات فراہم ہوں گی جو اب موریا میں کی وجہ سے نایید ہو چکی ہیں۔

۶۔ ”صحیح بخاری“ میں مذکور احادیث کی دیگر طرق سے تخریج

ابن رجب حنبلؓ کی یہ عادت ہے کہ جب وہ صحیح بخاری کی کسی حدیث پر بحث کرتے ہیں تو وہ حدیث بخاری کے طریق کے علاوہ دیگر جتنے طرق سے مروی ہوتی ہے ان طرق کو بھی بیان کرتے ہیں۔ اس سے ایک فائدہ تو متعدد طرق پر اطلاع پانا ہے اور دوسرا فائدہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ روایت میں جو لفظی اختلاف ہوتا ہے وہ بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ اس طرح ایک حدیث پورے سیاق و سبق کے ساتھ واضح ہو جاتی ہے۔ اس سے حافظ ابن رجب حنبلؓ کے وسعت مطالعہ اور جلالت شان کا پتہ چلتا ہے۔ آئیے! ہم اس کو ایک مثال سے واضح کرتے ہیں:

امام بخاریؓ نے کتاب الایمان میں باب المسلم من سلم المسلمين من لسانه و بدھ کے تحت حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی حدیث ”الْمُسْلِمُ مَنْ سَلَمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لَسَانِهِ وَيَدِهِ وَالْمَهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللَّهُ عَنْهُ“ (۳۸) ذکر کی ہے۔

حافظ ابن رجب لکھتے ہیں کہ امام مسلم نے بھی اس کی تخریج کی ہے۔ سند نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس کے الفاظ یہ ہیں:

”سمع عبد الله بن عمرو يقول: إِنَّ رَجَلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَئُ الْمُسْلِمِينَ خَيْرٌ؟ قَالَ: “مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لُسَانِهِ وَيَدِهِ” (٣٩).“

”حضرت عبد اللہ بن عمر و رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سننا: ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کون سے مسلمان بہتر ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جن کی زبان اور ہاتھ سے دوسرا مسلمان محفوظ ہوں،“ -

حافظ ابن رجب لکھتے ہیں کہ ان الفاظ میں اور امام بخاریؓ کے الفاظ میں اختلاف ہے (۲۰)۔  
پھر مزید لکھتے ہیں:

اس حدیث کے مشابہ ایک اور حدیث بھی ہے۔ جستہ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبه ارشاد فرمایا، اور لوگوں کی جان، مال، عزت و آبرو کی حرمت بیان کرنے کے بعد فرمایا:

”سَأَخْبُرُكُمْ مَنِ الْمُسْلِمُ: مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لُسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالْمُؤْمِنُ مِنْ أَمْنِهِ النَّاسُ عَلَى أُمُوْلِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ“.

اس کی تخریج ابن حبان نے فضلاۃ بن عبید کی حدیث سے کی ہے (۲۱)۔

اس طرح منہ امام احمد بن حنبل میں بھی یہ حدیث مروری ہے جس کے الفاظ ہیں:

”قال رجل: يارسول الله صلی اللہ علیہ وسلم! ما الإسلام؟ قال: “أن تُسلِّمَ قلبك لله وَأَن يَسْلُمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لُسَانِكَ وَيَدِكَ“ (۲۲).

پھر منہ امام بن حنبل ہی سے ایک اور روایت نقل کی ہے جس کے الفاظ اس سے مختلف ہیں (۲۳)۔

درج بالا بحث سے حافظ ابن رجب کی وسعت معلومات اور جلالیت شان کا پتہ چلتا ہے کہ وہ تخریج بخاری کی کسی حدیث کی تشریع سے قبل یہ ضروری خیال کرتے ہیں کہ سب سے پہلے اس کے طرق کو تصحیح کیا جائے اور اس لیے بھی کہ حدیث، حدیث کے بعض حصے کی تغیری کرتی ہے۔

## ۷۔ ”رجال“ پر بحث

حافظ ابن رجب رجال حدیث پر بڑی کثرت سے بحث کرتے ہیں اور راوی کی توثیق یا تضعیف کرتے ہوئے ائمہ جرج و تعلیل کے اقوال بھی اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ اس کو تم چند مثالوں سے واضح کرتے ہیں جس سے اندازہ ہوگا کہ حافظ ابن رجب کی رجال کے احوال پرتنی گہری نظر تھی۔

### (الف) اسماعیل بن بنیجی

اسماعیل بن بنیجی کے متعلق لکھتے ہیں کہ ضعیف جدایعنی وہ (حدیث کے معاملے میں) بہت زیادہ ضعیف ہے، پھر اسماعیل کا قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: حمید بن سعد مجہول ہے اور اسماعیل بن بنیجی کی احادیث موضوع ہیں (۲۳)۔

### (ب) اشعث

اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ ابن عبد الملک الحمرانی ہیں اور ثقة ہیں (۲۵)۔

### (ج) حنظله السد وی

اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ منکر حدیث ہے، ابن معین اور نسائی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے (۲۶)۔ حافظ ابن رجب نے رجال حدیث پر بڑی عالمانہ اور ناقدانہ جرج و تعلیل کی ہے۔ اسی طرح اگر کسی سند میں راوی کی کنیت مذکور ہو اور وہاں اس کے نام کی تعمیں کی ضرورت ہو تو اس کا نام بھی ذکر کر دیتے ہیں۔ ہاں اگر وہ راوی اس کنیت سے مشہور ہو اور کسی تعمیں کی ضرورت نہ ہو تو وہاں ایسا نہیں کرتے۔ مثلاً ابو المعلی کے بارے میں کہتے ہیں: وہ بنیجی بن میمون کوفی ہے، ثقة ہے اور مشہور ہے (۲۷)۔

اسی طرح ابو عشر کے بارے میں لکھتے ہیں:

هو نجح السُّدَى ضعيف الحديث جداً وتتكلم فيه (۲۸)۔

”ونجح السُّدَى ہے، حدیث میں بہت ضعیف ہے اور اس پر کلام کیا گیا ہے۔“

## ۸۔ امام بخاری کی سند پر تنبیہ

امام بخاری کتاب الصلوٰۃ میں باب قول اللہ عز و جل ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ﴾ کے تحت تین احادیث نقل کی ہیں۔ ان میں سے آخری حدیث حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے۔ اس کی سند اس طرح ہے:

حدثنا إسحاق بن نصر: حدثنا عبد الرزاق: أئبنا ابن جریج، عن عطاء، قال: سمعت

ابن عباس قال (٢٩)۔

اس سند پر حافظ ابن رجب اس طرح تبصرہ فرماتے ہیں:

اسی طرح امام بخاری نے اسحاق بن نصر عن عبد الرزاق کے طریق سے تخریج کی ہے۔

عبد الرزاق کے تمام شاگردوں نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ جیسے امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ، انہوں نے حضرت ابن عباسؓ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک واسطہ ”اسامہ بن زید“ کا نقل کیا ہے۔

اسی طرح ابن جرجی کے شاگردوں نے ان سے روایت کیا ہے۔ ان میں سے محمد بن کذرالبرسانی، ابو عاصم اور تیکھی بن سعید وغیرہ۔

اس طرح امام بخاری کی سند سے ”اسامہ بن زید“ کا ذکر ساقط ہو گیا۔ اور اس پر اسما علی اور تیکھی وغیرہ نے تعینیہ کی ہے۔

ھنہاں نے اس کو عطا عن ابن عباس کے طریق سے نقل کیا اور اس میں بھی ”اسامہ“ کا ذکر نہیں ہے، اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابن عباس اس کو کبھی مرسل بیان کرتے تھے اور کبھی اس کو مندرجہ بیان کرتے تھے۔ اسی طرح امام بخاری نے اس حدیث کی تخریج کتاب الحج (٥٠) میں عکرمتہ عن ابن عباس کے طریق سے کی ہے، مگر عبد الرزاق عن ابن جرجی کے طریق سے اس میں اسامہ کا ذکر ہے (۵۱)۔

#### ۹۔ فقہاء کرام کے مابین اختلاف کے اسباب

اکثر نہ کہہ گا رہاں بات پرتفق ہیں کہ حافظ علیہ الرحمۃ محدث ہونے کے ساتھ فقیہ بھی تھے۔ فیض الباری میں جا بجا نادر اور دقيق فقیہ مباحث اس کا میں ثبوت ہیں۔ فروعی مسائل میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دور سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ اس کا اثر یقیناً بعد کے آنے والے ادوار پر بھی پڑا۔ جوں جوں امت عہد نبوی علی صاحبہاصلوۃ والسلام سے دور ہوتی چلی گئی اختلاف کثرت کے ساتھ پھیلتا چلا گیا۔ مختلف مکاتب فکر (Schools of Thought) کا وجود میں آنا ایک فطری امر تھا۔ علماء امت اور فقہاء کرام کے مابین اختلاف کے اسباب کیا ہیں؟ ان اسباب کو حافظ علیہ الرحمۃ کچھ اس طرح گنواتے ہیں:

نمبر ۱:

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک نص (بعض علماء پر) مخفی ہوتی ہے، اس کو قلیل تعداد میں افراد نقل کرتے ہیں، اس لیے وہ تمام ارباب علم و تحقیق تک نہیں پہنچ پاتی۔

نمبر ۲:

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک معاہلے میں دو احادیث منقول ہوتی ہیں۔ ایک حلت کا تقاضا کرتی ہے تو دوسرا حرمت کا۔ ایک جماعت کے پاس ایک حدیث پہنچتی ہے تو دوسرا جماعت کے پاس دوسرا۔ ہر جماعت اپنی اپنی حدیث سے استدلال و تمک کرتی ہے (چنانچہ وہ اختلاف کا شکار ہو جاتے ہیں) یا ہر جماعت کے پاس دونوں احادیث پہنچتی تو ہیں مگر انہیں تاریخ کا پتہ نہیں چلتا کہ اس میں سے ناخ کوئی ہے اور منسون کوئی ہے؟ اس لیے وہ تو قف کرتے ہیں۔

نمبر ۳:

کسی چیز کے بارے میں صریح نص موجود نہیں ہوتی۔ علماء کرام عموم یا مفہوم سے یا قیاس سے کام لیتے ہوئے فیصلہ کرتے ہیں۔ ان علماء کرام کی قوت فہم میں بہت زیادہ تفاوت ہوتا ہے، اس لیے وہ اختلاف کا شکار ہو جاتے ہیں۔

نمبر ۴:

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی چیز کے بارے میں امر یا نہیں موجود ہوتی۔ علماء کے درمیان (قرینے کے نہ ہونے کی صورت میں) اس بات پر اختلاف ہو جاتا ہے کہ اس امر کو وجوب پر محمول کریں یا ندب پر۔ اسی طرح اس نہیں کو حرمت پر محمول کریں یا متنزیہ پر (۵۲)۔

ابن رجب ان اسباب اختلاف کو نقل کرنے کے بعد امید کا دیا بھی روشن کرتے ہیں اور اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ کوئی زمانہ ایسا نہیں ہو گا جس میں کوئی عالم حق کو نہ جانتا ہو، وہ لکھتے ہیں:

”ہمارے ذکر کردہ اسباب اختلاف ف Nehāء کے علاوہ اور بھی بہت سے اسباب ہیں، اس کے باوجود بھی میرا یقین ہے کہ کسی چیز کے بارے میں ہر دور میں ایک عالم ایسا ہوتا ہے جس کی بات حق کے موافق ہوتی ہے اور وہ اس حکم کا عالم ہوتا ہے، دیگر پر وہ حکم مشتبہ ہوتا ہے اور وہ اس کو جانے والے نہیں ہوتے۔ اس لیے بھی کہ یہ امت

گمراہی پر صحیح نہیں ہو گئی اور اہل باطل حق پر غالب نہیں آئیں گے۔ حق تمام زمانوں اور تمام شہروں میں غیر معمولی طور پر مجبور نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشتبہات کے بارے میں ارشاد فرمایا ”لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ“، یعنی ان مشتبہات کو بہت سارے لوگ نہیں جانتے۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کچھ افراد ایسے بھی ہوں گے جو ان کو جاننے ہوں گے اور وہ معاملہ صرف نہ جانے والوں پر مشتبہ ہو گا۔ فی الحقيقة وہ معاملہ مشتبہ ہو گا ہی نہیں،“ (۵۳)۔

#### ۱۰۔ حدیث میں ذکر کردہ مقامات کی تعین

کتاب التیمم میں باب التیمم فی الحضر إذا لم يجد الماء کے تحت اپنے استدلال میں امام شافعی سے بطریق ابن عینیہ عن ابن عجیلان عن نافع ایک حدیث لائے ہیں، جس میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مقام جرف سے تشریف لائے، یہاں تک کہ مقام مربد میں تھے، آپ رضی اللہ عنہما نے تیمم کیا اور عصر کی نماز ادا کی۔ پھر آپ رضی اللہ عنہما مدینہ منورہ میں داخل ہوئے، سورج ابھی بلند تھا اور آپ رضی اللہ عنہما نے نماز نہیں دھرائی (۵۴)۔

حافظ علیہ الرحمہ مقام جرف اور مربد کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”الْجُرُفُ“، جیم اور راء کے ضمہ کے ساتھ ہے، یہ ایک جگہ کا نام ہے، اس کے اور مدینہ منورہ کے درمیان تین میل کا فاصلہ ہے۔ مربد بھی مدینہ منورہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے (۵۵)۔

اسی طرح ایک حدیث میں مراظہران اور مقام الصفراء کا ذکر ہے، اس کی تعین میں لکھتے ہیں:

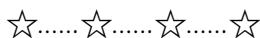
”مراظہران“: مشہور ہے اور مکہ مکرمہ کے قریب واقع ہے اور اس کا نام ”بطن مر“ بھی ہے۔

”الصَّفُرَاءَاتِ“: یہ مراظہران اور غُسْفَان کے درمیان مراظہران کے قریب واقع ہے (۵۶)۔

#### تلک عشرہ کاملہ

یہ فتح الباری لابن رجب کے دس ممیزات ہیں جن کو بڑی تسبیح کے بعد قم کیا گیا ہے، اس کے مکمل متعجب و اسلوب کے لیے بہت سے صفحات درکار ہوں گے۔ اس مختصر مقالہ میں تمام محسن و ممیزات کا احاطہ کرنا چند اس آسان نہیں مگر اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ اس کے اہم اور بنیادی ممیزات کا تذکرہ ہو جائے۔ ویسے بھی جب کوئی حدیث کا طالب علم فتح الباری کا مطلق نام سنتا ہے تو اس کا ذہن فوراً ابن حجر کی فتح الباری کی طرف جاتا ہے (۵۷)۔

ابن حجر کی فتح الباری کی تبیلیت عامہ اور لازوال شہرت کی بناء پر ارباب علم و تحقیق نے ابن رجب حنبلی کی فتح الباری کی طرف اتنی توجیہیں کی جتنا کہ اس کا حق تھا۔ حالانکہ ابن رجب کا شماراً ابن حجر کے اساتذہ میں ہوتا ہے۔



## مصادر و مراجع

- ۱۔ الزركلی، خیر الدین، الاعلام قاموس تراجم الاشهر الرجال والنساء من العرب والمستعر بین والمستشر قین، ج ۲، ص ۷۷
- ۲۔ کحالت، عمر رضا، معجم المؤلفین، ترجم مصنف الکتب العربية، مطبعة الترقی دمشق، ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۸ء، ج ۵، ص ۱۱۸
- ۳۔ ايضاً
- ۴۔ العسقلانی، ابن حجر، شہاب الدین احمد بن علی، إنباء الغمر بانباء العمر، مطبوعۃ قہرہ، ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء، ج ۱، ص ۳۶۰
- ۵۔ العسقلانی، ابن حجر، الدرر الكامنة في أعيان المائة الثامنة، دار الجليل بيروت، ۳۲۱، ج ۲، ص ۳۲۱
- ۶۔ معجم المؤلفین، ج ۵، ص ۱۱۸
- ۷۔ الأعلام، ج ۲، ص ۲۷
- ۸۔ الدرر الكامنة، ج ۲، ص ۳۲۲/۳۲۱
- ۹۔ إنباء الغمر، ج ۱، ص ۳۶۰
- ۱۰۔ معجم المؤلفین، ج ۵، ص ۱۱۸
- ۱۱۔ إنباء الغمر، ج ۱، ص ۳۶۰
- ۱۲۔ معجم المؤلفین، ج ۵، ص ۱۱۸
- ۱۳۔ إنباء الغمر، ج ۱، ص ۳۶۱
- ۱۴۔ الأعلام، ج ۲، ص ۲۷
- ۱۵۔ إنباء الغمر، ج ۱، ص ۳۶۰
- ۱۶۔ الأعلام، ج ۲، ص ۲۷
- ۱۷۔ معجم المؤلفین، ج ۵، ص ۱۱۸
- ۱۸۔ ايضاً
- ۱۹۔ ايضاً

- ۲۰۔ الأعلام، ج ۲، ص ۷۷
- ۲۱۔ الشوكاني، شیخ الاسلام محمد بن علی، البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع، دار المعرفة بیروت، ج ۱، ص ۲۲۸
- ۲۲۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: فتح الباری لابن حجر، (۱/۲۷۶) و (۱۱/۳۲۰)
- ۲۳۔ الحنفی، شمس الدین محمد بن عبد الرحمن، الجواهر والدرر فی ترجمة شیخ الاسلام ابن حجر، دار ابن حزم بیروت، ط ۱: ۱۹۹۹ھ-۱۴۱۹ء، ج ۲، ص ۲۷۵
- ۲۴۔ انباء الغمر، ج ۱، ص ۳۶۰
- ۲۵۔ ايضاً
- ۲۶۔ معجم المؤلفین، ج ۵، ص ۱۱۸
- ۲۷۔ انباء الغمر، ج ۱، ص ۳۶۱
- ۲۸۔ الدرر الكامنة، ج ۲، ص ۳۲۲
- ۲۹۔ البدر الطالع، ج ۱، ص ۳۲۸
- ۳۰۔ الدرر الكامنة، ج ۲، ص ۳۲۲
- ۳۱۔ ابن رجب حنبلی، زین الدین ابو الفرج عبد الرحمن بن شہاب الدین البغدادی الدمشقی، فتح الباری فی شرح صحيح البخاری، دار ابن حوزی لامکلتة العربیة السعودية، ط ۱: ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۶ء، ج ۲، ص ۳۱۰
- ۳۲۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فتح الباری، ج ۲، کتاب *لتحم*  
نوٹ: ان حواشی میں جہاں بھی مطلق فتح الباری ذکر ہوگا اس سے مراد ابن رجب کی فتح الباری ہے، عام طور پر مطلق فتح الباری کے ذکر سے ابن حجر کی فتح الباری مراد ہوتی ہے
- ۳۳۔ صحیح بخاری، کتاب مواقيت الصلوٰۃ، باب *فضل العشاء*، حدیث رقم ۵۲۷
- ۳۴۔ ايضاً
- ۳۵۔ ابن رجب حنبلی، فتح الباری، جلد ۳، ص ۱۸۲
- ۳۶۔ صحیح بخاری، کتاب الأذان، باب ما يحقن بالأذان من الدماء، حدیث رقم ۲۱۰
- ۳۷۔ ابن رجب حنبلی، فتح الباری، ج ۳، ص ۲۳۰
- ۳۸۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمين من لسانه ویده، حدیث رقم ۹
- ۳۹۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث رقم ۵۷۵
- ۴۰۔ ابن رجب، فتح الباری، ج ۱، ص ۳۳

- ۳۲۱۔ ایضاً، ج ۱، ص ۳۲
- ۳۲۲۔ ایضاً
- ۳۲۳۔ ایضاً
- ۳۲۴۔ ایضاً، ج ۱، ص ۵ و ج ۵، ص ۵۱
- ۳۲۵۔ ایضاً، ج ۲، ص ۲۸۱
- ۳۲۶۔ ایضاً، ج ۳، ص ۳۰۱
- ۳۲۷۔ ایضاً، ج ۲، ص ۱۸۲
- ۳۲۸۔ ایضاً، ج ۲، ص ۲۹۰ و ج ۳، ص ۳۲۹
- ۳۲۹۔ صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب قول اللہ عزوجل ﷺ وَاتَّخُذُو مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ ﷺ، حدیث رقم ۳۸۳
- ۳۳۰۔ ایضاً، کتاب الحج، باب من کبر فی نواحی الكعبة، حدیث رقم ۱۳۹۸
- ۳۳۱۔ فتح الباری، ج ۲، ص ۳۰۲
- ۳۳۲۔ ایضاً، ج ۱، ص ۲۱۲
- ۳۳۳۔ ایضاً، ج ۱، ص ۲۱۲-۲۱۳
- ۳۳۴۔ ایضاً، ج ۲، ص ۳۲
- ۳۳۵۔ ایضاً، ج ۲، ص ۳۲
- ۳۳۶۔ ایضاً، ج ۲، ص ۳۲
- ۳۳۷۔ راقم نے ایک تفصیلی مقالہ حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ اور ان کی فتح الباری پر بھی تحریر کیا ہے، تفصیل کے لیے دیکھیے:  
شیخ محمد سعید، فتح الباری ..... منہج و اسلوب، مشمولہ "لائم"، مدیر: ڈاکٹر حمید اللہ عبد القادر، ناشر: ادارہ علوم اسلامیہ  
جامعہ پنجاب لاہور، جلد ۱، شمارہ ۱۱، ص ۲۵-۲۶